فنِ کتابت
عہدِ رسالت میں

ڈاکٹر محمد سرور عالم ندوی

اشاعتِ تعلیم کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کاوشوں میں سب سے اہم اور بنیادی کوشش فنِ تحریر وکتابت کا فروغ ہے، اس کی ترویج واشاعت اور اہمیت وافادیت کے سلسلے میں مختلف مواقع پر آپؐ نے جو اظہارِ خیال فرمایا ہے، اس میں حکمتِ نبویؐ کے ساتھ نگاہِ نبوت کا اعجاز بھی شامل ہے۔ لیکن حیاتِ طیبہ کے تذکرے اور کارنامۂ اقدس کے بیان میں اس پہلو کو اس طرح شامل نہیں کیا جاتا جس طرح دیگر پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے غیروں کے علاوہ خود اپنے بھی مختلف قسم کے شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں، اور پھر ایسی بے بنیاد اور بے اصل باتیں وجود میں آتی ہیں جو تاریخ کا حصہ بن کر عوام میں شہرت پا جاتی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ پورے عہد کو امّیت کے وصف سے متّصف کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ دورِ جہالت کا دور تھا، لوگ قرات وکتابت سے بالکل ناآشنا تھے، لکھنے پڑھنے کا کوئی تصوّر ہی نہیں تھا۔

تحریری سازوسامان

اس سلسلہ میں اس عہد میں تحریری سازوسامان کی قلّت کا بڑے زور وشور سے چرچا کیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اس موضوع پر مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب "تدوینِ حدیث" میں بحث کی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"کتابت وتحریر کے سامانوں کی اس زمانے میں عرب کے اندر کیا حالت تھی، یہ ایک مستقل مضمون ہے، اس کے لیے مستقل مقالہ کی ضرورت ہے، لیکن کم از کم جو قرآن پڑھتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ عرب جو قرآن کا ماحول ہے، اس کے متعلق تحریری سامانوں کے اس افلاس کا کس طرح یقین کرسکتا ہے، بھلا جس کتاب کا نام ہی قرآن (پڑھی جانے والی کتاب) فاتحہ کے بعد جس کی پہلی سورت کی پہلی آیت کا دوسرا لفظ کتاب ہو، اور مسلسل کتاب، زُبُر، اسفار، قراطیس، لوح کا ذکر تقریباً ہر بڑی سورت میں بار بار آتا ہو، پہلی آیت جو پیغمبر پر نازل ہوئی اس میں پڑھنے اور قلم تک کا ذکر موجود ہو، روشنائی (مداد) دوات، سفرہ، کاتبین، سجل کا ذکر جس کتاب میں پایا جاتا ہو، کون خیال کرسکتا ہے کہ یہ کتاب ایسے لوگوں میں اتری جو نوشت وخواند سے ایسے عاری تھے جیسے جنگل کے بھیل اور گونڈ ہیں[1]"

اس موقع پر یہ تذکرہ بھی فائدہ سے خالی نہیں کہ اس زمانہ میں درج ذیل چیزیں کاغذ کے طور پر استعمال ہوتی تھیں:

(۱) "قرطاس" (کاغذ) اس کا ذکر خود قرآن میں ہے۔
(۲) "عسیب" (کھجور کی شاخ جس سے پتیاں الگ کردی گئی ہوں)
(۳) "لخاف" جمع لخفہ (پتھر کی تپلی تپلی تختیاں)
(۴) "رقاع" جمع رقعہ (کپڑے، پتے، کھال چمڑے یا کاغذ کے ٹکڑے)
(۵) "قطع الادیم" (دباغت دیئے ہوئے چمڑے)
(۶) "عظام الاکتاف والاضلاع" (شانوں اور پسلیوں کی ہڈیاں)
(۷) "الاقتاب" جمع قتب (اونٹ کے پالان یا کاٹھی کی لکڑی جس کو تراش کر لکھنے کے کام میں لاتے ہیں۔

ان چیزوں کو ایک منصوبہ کے تحت باقاعدہ اصلاح وعمل کے ذریعہ لکھنے کے قابل بنایا جاتا تھا اور وہ اس عہد کے تمام علمی ماحول اور معاشرے میں وافر مقدار میں اس کام کے لیے دستیاب رہتی تھیں، حیرت واستعجاب کا مقام ہے کہ اس زمانہ میں وسائل واسباب کی بے حد کمی یا فقدان کے باوجود ان کے ذوقِ تحریر وکتابت نے اپنی تسکین کے لیے کیا کیا راہیں نکالی تھیں، اور ہر پڑھے

لکھے شخص کے پاس اس طرح کی چیزیں ہمہ وقت موجود رہتیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ جب آیت "لَا یَسۡتَوِی الۡقٰعِدُوۡنَ" (النساء: ۹۵) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادعوا فلانا، فجاءہ ومعہ	فلاں کو بلاؤ، وہ دوات، تختی اور شانے
الدواۃ واللوح والکتف[۲]	کی ہڈی لے کر حاضر ہوئے۔

امام زرقانیؒ نے "مناھل العرفان فی علوم القرآن" میں اس طرح کی بہت سی تفصیلات تحریر فرمائی ہیں۔

اہمیتِ کتابت اور ارشاداتِ رسولؐ

کتابت کی اہمیت و افادیت اور ترویج و اشاعت پر آنحضرتؐ کے متعدد اقوال و اعمال کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کو
قَیِّدِ العلم، قلت ما تقییدہ	قید میں لاؤ، میں نے دریافت کیا قید سے
قال کتابۃ[۳]	کیا مطلب ہے؟ فرمایا لکھنا۔

امام دارمیؒ نے یہی روایت حضرت انسؓ سے کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قَیِّدُوا ھٰذا العلم[۴]	تم لوگ یہ علم قلم بند کر لو۔

اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے۔

ان من حق الولد علی	لڑکے کا اس کے باپ پر یہ حق ہے
والدہ اَن یعلّمہ الکتابۃ	کہ وہ اسے کتابت سکھائے۔ اس کا کوئی
وان یحسن اسمہ وان	اچھا سا نام رکھے اور جب وہ بالغ ہو جائے
یزوّج اذا بلغ[۵]	تو اس کی شادی کر دے۔

ایک مرتبہ ایک انصاری صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں آپؐ کی بہت سی باتیں سنتا ہوں، مگر انھیں یاد نہیں رکھ پاتا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

واستعن بیمینک و أو مأ	اپنے ہاتھ سے مدد لو پھر اپنے ہاتھ
بیدہ الی الخط [۶]	کے اشارے سے بتایا کر لکھ لیا کرو۔

یہ روایتیں کتابت کی اہمیت اور اس کی اشاعت کے لیے آپؐ کی کوششوں پر دلالت کرتی ہیں۔ آپؐ کے اہتمام کا بسا اوقات یہ حال ہوتا کہ صحابہ کرام حلقہ بنا کر لکھا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

بینما نحن حول رسول اللہ	ایک موقع پر ہم رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نکتب اذ	علیہ وسلم کے گرد حلقہ کیے ہوئے لکھ رہے
سُئل رسول اللہ ای المدینۃ	تھے آپؐ سے کسی نے سوال کیا کہ کون
تفتح اولاً قسطنطنیۃ او رومیۃ؟ فقال	سا شہر پہلے فتح ہوگا قسطنطنیہ یا روم،
رسول اللہؐ لا بل مدینۃ ھرقل [۷]	آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ ہرقل کا شہر۔

اس روایت سے حلقہ بنا کر لکھنے اور نبی اکرمؐ کا املا کرانے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے "جو شخص ترکہ میں قرآن چھوڑے اس کو ہمیشہ ثواب ملے گا"[۸] اس حدیث سے قرآن کریم کی اہمیت و عظمت کے ساتھ کتابت و اشاعت کو بھی فروغ دینے کی ترغیب ملتی ہے۔

وحی کا آغاز سورۂ علق کی جن مبارک آیتوں سے ہوا ان میں علم کی تقدیر کو قلم سے وابستہ کر کے ذہنِ انسانی میں یہ بات مرکوز کر دی گئی ہے کہ علم و فن کی دنیا میں کتابت کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

ان اول ما خلق اللہ القلم [۹]	اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا ہے

"اقرأ باسم ربک الذی خلق" سے کلامِ الٰہی کا آغاز ہوتا ہے اور "الذی علّم بالقلم علّم الانسان ما لم یعلم" پر اس پہلے سلسلۂ وحی کے نزول کو ختم کر کے یہ ثبوت بھی فراہم کر دیا گیا ہے کہ اس وقت کا معاشرہ قلم کے استعمال اور کتابت کے فن سے یکسر نا آشنا نہیں تھا۔ اسی طرح سورۂ علق کے بعد سورۂ قلم کا نزول بھی کتابت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اسی ترغیب کا نتیجہ تھا کہ ابتداءِ عہد ہی میں اس کتابِ عظیم کو ضبطِ تحریر میں

لانے کا عمل شروع ہو گیا تھا حضرت عمر فاروقؓ کا واقعۂ اسلام اس کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے، جب انھوں نے اپنی بہن سے کہا تھا: "اعطونی الکتاب الذی عندکم اقرأہ" (مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے، میں اس کو پڑھوں گا) حضرت عمرؓ کا یہ بیان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حضرات اس وقت یعنی ابتداء اسلام میں ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، جس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل تھیں، بلکہ اسلام کا باب علم ہر ایک کے لیے کھلا تھا، نیز بہن اور بہنوئی کے علاوہ حضرت خباب بن ارتؓ تبلیغِ اسلام کے ساتھ تدریس کا فریضہ بھی انجام دے رہے تھے، جس میں یقیناً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور رضا شامل تھی۔

فنِ کتابت اور قرآن

اس موقع پر اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ جن آیتوں میں لکھنے پڑھنے یا سیکھنے کا ذکر ہے وہ تقریباً سب مکی عہد کی ہیں، مثلاً سورۂ علق کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ سورۂ زمر میں ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (زمر: ۹)	کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے (یعنی عالم اور جاہل) برابر ہو سکتے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: ۸۵)	تم کو علم کی تھوڑی مقدار دی گئی ہے۔

سورۂ فاطر میں ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)	اللہ سے اس کے بندوں میں صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۴)	اور کہہ میرے آقا مجھے علم میں زیادتی عطا کر۔

سورۂ لقمان میں ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ	اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں
شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ	اور سمندر سات دیگر سمندروں کے ساتھ
يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ	سیاہی بن جائیں تو بھی اللہ کے کلمات
مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمان: ۲۷)	ختم نہ ہوسکیں۔

سورۂ طور کی ابتدائی آیات یہ ہیں:

وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ	قسم ہے کوہِ طور کی اور قسم ہے ایک
فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ	کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ایک جھلّی پر
(الطور: ۱)	جو پھیلائی گئی ہے۔

سورۂ القلم کا آغاز یوں ہوتا ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ	نٓ اور قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی
(القلم: ۱)	جو تم لکھتے ہو۔

سورۂ انعام میں ہے:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا	اور اگر ہم نے تجھ پر ایک واقعی تحریری
فِیْ قِرْطَاسٍ .... (آیت ۷)	چیز کاغذ پر لکھی ہوئی بھیجی ہوتی ....

سورۂ النحل میں ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ	اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو یاد رکھنے والوں
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل: ۴۳)	سے پوچھ لو۔

سورۂ واقعہ ابتدائی مکّی سورتوں میں سے ہے اس کی ایک آیت ہے:

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ	اسے مطہرین کے سوا کوئی چھو
(الواقعہ: ۷۹)	نہیں سکتا۔

اس سے بھی اس ابتدائی عہد میں کتابت کے رواج کا پتا چلتا ہے، کیوں کہ مُس کرنے کے لیے کسی شَے کا مادی شکل میں ہونا ضروری ہے، محض الفاظ کا مس نہیں ہوسکتا، اگر وہی الفاظ ضبطِ تحریر میں آکر کتاب کی صورت اختیار کرلیں تو وہ ایک مادی شکل بن جاتا ہے اور اسے چھوا بھی جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی متعدد آیاتِ قرآنی ہیں جو واضح طور پر کتابت کے رائج ہونے پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً سورہ بقرہ میں ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا	اے ایمان والو جب آپس میں معاملہ
تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ	کرو ادھار کا کسی وقتِ مقرر تک تو اس
مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ (البقرہ: ۲۸۲)	کو لکھ لیا کرو۔

اس میں لین دین کے ان معاملات کو جو دست بدست نہ ہوں اور ایک مدتِ معیّن کے لیے ہوں، ضبطِ تحریر میں لانے کا حکم ہے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب معاشرہ میں عام طور پر اس کا رواج ہو، عہدِ رسالت میں فنِ کتابت کے رواج کا اعتراف خود منکرینِ اسلام کو بھی تھا، جب ہی تو وہ کہا کرتے تھے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ	اور کہنے لگے یہ اگلے لوگوں کے
اکْتَتَبَھَا فَھِیَ تُمْلٰی عَلَیْہِ	قصّے ہیں جن کو اس نے لکھ رکھا ہے،
بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ہ	سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس
(الفرقان: ۵)	صبح و شام۔

اسی طرح سورہ بقرہ میں ہے:

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ	خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب
الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ (البقرہ: ۷۹)	اپنے ہاتھ سے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ اہلِ کتاب میں کتابوں کے لکھنے کا عام دستور تھا خواہ مقصد کچھ بھی ہو۔

قرآنِ حکیم میں تین سو انیس (۳۱۹) مقامات ایسے ہیں جہاں مادہ ک ت ب کے ذریعہ مختلف اسماء اور افعال کا استعمال ہوا ہے، ان میں سے بعض جگہوں پر تو اس کا استعمال فرض اور لازم کرنے کے معنی میں کیا گیا ہے اور بعض جگہوں پر لکھنے کے معنی میں ہے، ان میں سے دو سو اکتیس (۲۳۱) مقامات پر لفظ "کتاب" آیا ہے۔ تیس[۳۰] جگہوں پر کتابًا، کتابنا، کتابی، کتب اور مکتوب آیا ہے، چھ[۶] جگہوں پر لفظ کاتب کا استعمال ہوا ہے اور بیس[۲۰] مقامات پر اسی مادہ سے ماضی، حال، مستقبل مختلف زمانوں میں فعل کا استعمال کیا گیا ہے۔

فنِ کتابت سے واقف صحابہ

ابتداء میں جس چیز کو محفوظ کرنے کے لیے کتابت کو ضروری سمجھا گیا وہ قرآن تھا، اس کام میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر بن العوام، خالد بن سعید، ابان بن سعید، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص، معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مدد لی جا رہی تھی۔ کیوں کہ یہ حضرات کتابت کے فن سے واقف تھے اور مکی عہد ہی میں مشرف با سلام ہو چکے تھے، ان میں سے بعض کو بعض پر اوّلیت یا شرفِ تقدّم بھی حاصل تھا۔ مثلاً حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضؓ کے سلسلہ میں ان کی صاحبزادی حضرت ام خالدؓ فرماتی ہیں کہ "بسم اللہ سب سے پہلے میرے والد نے لکھی جو پانچویں مسلمان تھے"[11]

نبوت کے تیرہویں سال جب آنحضرتؐ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو وہاں کا ماحول اس فن کو ترقی دینے میں مزید معاون ثابت ہوا۔ مدینہ کے یہود لکھنے کے فن سے واقف تھے اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے، مدینے کے باشندے جن میں خاص طور سے سعد بن زرارہ، منذر بن عمر، ابی بن کعب، رافع بن مالک، اوس بن خولی، اسید بن حضیر، معن بن عدی، ابو عیسیٰ بن جبیر اور بشیر بن سعد قابلِ ذکر ہیں، لکھنے کے فن سے آشنا تھے۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر ان میں سے اکثر نے حضور پاکؐ کے لیے بھی کتابت کا فریضہ انجام دیا ہے۔

رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس جانب مزید توجہ مبذول فرمائی اور حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص مکیؓ کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں لوگوں کو کتابت سکھائیں[12] وہ بہت اچھے کاتب تھے۔[13] حضرت عبادہ بن صامتؓ اہلِ صفہ کو کتابت سکھاتے تھے[14] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شفاء بنتِ عبداللہؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت حفصہؓ کو تحریر کی تعلیم دیں[15]۔ ابتدائی دورِ اسلام میں پانچ عرب خواتین ایسی تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں حفصہ بنتِ عمرؓ، ام کلثوم بنت عقبہؓ، عائشہ بنتِ سعدؓ، کریمہ بنتِ مقدادؓ اور الشفاء

۱۵م

بنت عبداللہؓ۔ حضرت عائشہؓ پڑھنا جانتی تھیں لکھ نہیں سکتی تھیں[۱۶]

غزوۂ بدر کے بعد اس فن کی اشاعت میں مزید تر دریپدا ہوا اور اسیرانِ بدر میں جو لکھنا جانتے تھے ان کا یہ فدیہ قرار دیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھا دے۔ اس طرح اس کی اشاعت کا ایک بہترین راستہ نکالا گیا، اس سے آنحضرتؐ کی اس فن سے دلچسپی اور اس کو عام کرنے کی خواہش اور کوشش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کاتبینِ وحی

کاتبینِ وحی کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے جو حضرتِ اقدسؐ کے عہدِ مبارک میں لکھنے کے فن سے بخوبی واقف تھے، ان حضرات سے آپؐ کتابتِ وحی کے ساتھ دیگر امورِ جہانبانی کا کام بھی لیتے تھے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے شیخ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری م ۷۹۳ھ/ ۱۳۸۱م کی مستند ترین کتاب "المصباح المضئی" سے ان صحابہ کرام کے ناموں کی فہرست پیش کی جاتی ہے جو کتابتِ وحی پر مامور تھے، ان کی تعداد شیخ انصاری نے چوالیس (۴۴) تحریر کی ہے، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ابوبکر صدیقؓ (۲) عمرؓ بن خطابؓ (۳) عثمان بن عفانؓ (۴) علی بن ابی طالبؓ (۵) ابی بن کعبؓ (۶) ابان بن سعید بن العاصؓ (۷) ارقم بن ابی ارقمؓ (۸) بریدۃ الاسلمیؓ (۹) ثابت بن قیس بن شماسؓ (۱۰) جہیم بن الصلتؓ (۱۱) جہم بن سعدؓ (۱۲) حنظلہ بن الربیعؓ (۱۳) حویطب بن عبدالعزیٰؓ (۱۴) الحصین بن نمیرؓ (۱۵) حاطب بن عمروؓ (۱۶) حذیفہ بن یمانؓ (۱۷) ابوایوب انصاریؓ (۱۸) خالد بن سعیدؓ (۱۹) خالد بن الولید بن المغیرۃؓ (۲۰) زید بن ثابت (۲۱) زبیر بن العوامؓ (۲۲) سعید بن سعید بن العاصؓ (۲۳) السجلؓ[۱۷] (۲۴) شرحبیل بن حسنہؓ (۲۵) ابوسفیانؓ صخر بن حربؓ (۲۶) طلحہ بن عبیداللہؓ (۲۷) عامر بن فہیرۃؓ (۲۸) عبداللہ بن ارقمؓ (۲۹) عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلولؓ (۳۰) عبداللہ بن رواحہؓ (۳۱) عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ (۳۲) ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسدؓ (۳۳) عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ (۳۴) عمرو بن العاصؓ (۳۵) العلاء بن حضرمیؓ (۳۶) العلاء بن عقبہؓ (۳۷) عبدالعزیٰ بن خطلؓ[۱۸] (۳۸) عقبہ بن عامرؓ (۳۹) محمد بن مسلمہؓ (۴۰) معاویہ بن ابی سفیانؓ (۴۱) معیقیب بن ابی

فاطمہؓ (۴۲) مغیرہ بن شعبہؓ (۴۳) یزید بن ابی سفیانؓ (۴۴) رجل بن بنی نجار[۱۹]۔

کتابتِ وحی پر مامور صحابہ کرامؓ کی یہ مکمل تعداد نہیں ہے۔ بلکہ علامہ عینی نے "عمدۃ القاری" میں یہاں تک تحریر فرما دیا کہ:

ان الذین جمعوا القرآن علی عہد النبی لایحصیہم ولا یضبطہم احد[۲۰]	عہدِ نبویؐ میں جامعینِ قرآن کے ناموں کو شمار کرنا اور ضبطِ تحریر میں لانا دشوار ہے

تاہم مختلف کتبِ تاریخ وسیر، احادیث اور ان کی شروح سے جس قدر بھی مزید ناموں کا علم ہوتا ہے انہیں اس جگہ تحریر کیا جاتا ہے تاکہ کاتبینِ وحی کی فہرست بھی مکمل ہو جائے اور اس عہد میں کتابت کے عموم اور اس کی کثرت کا بھی اندازہ لگایا جا سکے۔

علامہ عبداللطیف رحمانیؒ نے اپنی کتاب "تاریخ القرآن" میں اکتالیس[۲۱] اصحاب پر مشتمل کاتبینِ وحی کی جو فہرست پیش کی ہے ان میں پندرہ[۱۵] ایسے اسماء کا تذکرہ ملتا ہے جن کا ذکر علامہ انصاری نے "المصباح المضی" میں نہیں کیا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) عمرو بن رافعؓ (۲) رافع بن مالکؓ (۳) سعد بن عبادہؓ (۴) اسیر بن حضیرؓ (۵) منذر بن عمروؓ (۶) اوس بن خولیؓ (۷) شہر بن سعدؓ (۸) سعد بن ربیعؓ (۹) ابوعیسی بن جبیرؓ (۱۰) عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ (۱۱) ابویونس مولیٰ عائشہؓ (۱۲) عبدالرحمٰن بن حرین عمرو بن زیدؓ (۱۳) عبداللہ بن سعید بن العاصؓ (۱۴) نافع بن طریب بن عمرو بن نوفلؓ (۱۵) ناجیہ الطفاویؓ۔

ان کے علاوہ حضرت تمیم داریؓ (۲) عبادہ بن صامتؓ (۳) معاذ بن جبلؓ (۴) ابودرداؓ (۵) عبداللہ بن عمرؓ کے پاس خود ان کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے تھے۔ اس کا تذکرہ علامہ ابن سعدؒ نے اپنی طبقات میں کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ (۲) عبداللہ بن عباسؓ (۳) عبداللہ بن عمروؓ (۴) مجمع بن جاریہؓ (۵) اور عبداللہ بن مسعودؓ کا تذکرہ بھی طبقاتِ ابن سعد میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس مکمل قرآن اور بعض کے پاس مکمل قرآن سے کچھ کم تحریری شکل میں موجود تھا۔

"ستۃ نفر الذی جمع القرآن علی عہد النبیؐ" کے عنوان سے طبقات میں ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، ابودرداؓ، زید بن ثابتؓ کے ساتھ سعد بن عبیدؓ اور ابوزیدؓ کا بھی تذکرہ ملتا ہے[۲۱] لیکن صحیح بخاری میں یہ روایت حضرت انسؓ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

جمع القرآن علی عہد النبیؐ — عہد نبوی میں چار لوگوں نے پورا قرآن جمع
اربعۃ کلہم من الانصار — کرلیا تھا۔ وہ ہیں ابی، معاذ، زید بن ثابت
ابی ومعاذ وزید بن ثابت وابو زید[۲۲] — اور ابوزید۔

ابوزیدؓ کی وضاحت "احد عمومتی" سے کی گئی ہے اور ان کا اصل نام سعد بن عبید بن نعمان انصاریؓ لکھا گیا ہے۔ "اسد الغابہ" میں ان کے سلسلہ میں ھو اول من جمع القرآن من الانصار[۲۳] (انصار میں سب سے پہلے جامعِ قرآن) کے الفاظ آئے ہیں۔ وہ قادسیہ ۱۶ھ میں شہید ہو گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن عبید اور ابوزید جنھیں طبقات ابن سعد میں الگ الگ شخصیتیں قرار دیا گیا ہے، وہ درحقیقت ایک ہی ہیں۔

ان اسماء کے علاوہ "دائرۃ المعارف الاسلامیہ" کے مقالہ نگار کی مرتب کردہ فہرست میں بھی کچھ نئے نام ملتے ہیں جنھیں کاتبینِ وحی میں شمار کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ (۲) ام سلمہؓ (۳) حفصہؓ (۴) عائشہؓ (یہاں عائشہ سے عائشہ بنت سعد ہی مراد ہوں گی کیونکہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے سلسلہ میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ وہ پڑھنا جانتی تھیں، لکھنا نہیں) (۵) ابوموسیٰ اشعریؓ (۶) قیس بن صعصعہؓ (۷) قیس بن السکنؓ (۸) ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارثؓ (۹) ابوخزیمہ انصاریؓ اور (۱۰) عبداللہ بن زبیرؓ[۲۵]
عہدِ صدیقی میں جمع قرآن کے وقت حضرت زید بن ثابتؓ کو مکمل سورۂ توبہ حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس لکھی ہوئی ملی تھی، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ عہدِ عثمانی کی اس جماعت میں شریک تھے جو قرآن کریم کا نسخہ تیار کرنے کے لیے تشکیل دی گئی تھی۔

نقوش رسول نمبر جلد ہفتم میں کاتبانِ وحی کے تذکرے میں السنن الکبریٰ للبیہقی کے حوالہ سے حضرت جعفرؓ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی الوثائق السیاسیۃ کے حوالہ سے عبداللہ بن ابی بکرؓ اور سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے عباس بن عبدالمطلبؓ کے نام بھی ملتے ہیں۔

اس سلسلہ کی مزید تفصیل محمد بن حبیب بغدادی کی "کتاب المحبر" میں دیکھی جاسکتی ہے جس میں انھوں نے "تسمیۃ الجماع للقرآن علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان کے تحت جامعینِ قرآن کا تذکرہ کیا ہے، نیز فتح الباری شرح البخاری جلد نہم باب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں بھی یہ تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔

کتابتِ احادیث کا اہتمام

عہدِ رسالت کی تحریری کاوشیں صرف کتابتِ قرآن تک ہی منحصر نہیں تھیں، بلکہ قرآن کریم کے ساتھ احادیثِ نبویؐ کو بھی احاطۂ تحریر میں محفوظ کرنے کے ثبوت کتبِ تاریخ وسیر اور احادیث میں کثرت سے ملتے ہیں۔ بعض اہلِ علم نے اس کا انکار کیا ہے، وہ اس سلسلۂ کتابت کو عہدِ تابعین سے جوڑتے ہیں، لیکن مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر سابق پرنسپل مدرسۂ عالیہ کلکتہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے بڑے واضح انداز میں لکھا ہے کہ "عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری تک احادیث کے حفظ وصیانت کا طریقہ محض زبانی یادداشت تھا، یورپ کے محققین ایک غلط تخیل کے تحت (جس کا سبب لفظ حدّثنا ہے، عموماً روایتِ احادیث ان ہی الفاظ سے شروع ہوتی ہے) یہ سمجھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جو احادیث نقل کی ہیں ان میں سے ایک حدیث بھی ان سے قبل نہیں لکھی گئی، یہ ایک غلط خیال ہے[۲۵] احادیث کی کتابت کا سلسلہ عہدِ رسالتؐ ہی سے جاری تھا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام "الصادقہ" تھا، اس میں تقریباً ایک ہزار حدیثیں تھیں[۲۶] انھوں نے ایک مرتبہ بعض صحابہ کرامؓ کے یہ کہنے پر کہ ہر چیز آنحضرتؐ سے لکھنے کی نہیں ہوتی، لکھنا ترک کر دیا اور آپؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اکتب فوالذی نفسی بیدہ	لکھو، خدا کی قسم اس منھ سے حق
مایخرج منہ الا الحق[۲۷]	کے علاوہ کبھی کوئی دوسری چیز نہیں نکلتی۔

حضرت انس بن مالکؓ کو ان کی والدہ نے دس سال کی عمر میں بارگاہِ رسالتؐ میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا تھا کہ:

ھٰذا ابنی وھو غلام کاتب[۲۸]	یہ میرا بیٹا ہے، یہ لکھنا جانتا ہے۔

حضرت اقدسؐ نے انھیں اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا تھا اور از راہِ شفقت و محبت "یابنیّ" (اے میرے بیٹے) سے خطاب کرتے تھے، انھوں نے بھی حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ خود اپنی یادداشت کے لیے اپنی روایت کردہ حدیثوں کو

کتابی شکل میں لے آئے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر نے "جامع" میں ان کی اس کتاب کا ذکر حضرت حسن بن عمرو بن امیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے[۲۹]

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت معن کو ایک تحریر نکال کر دکھائی اور قسم کھا کر کہا کہ اسے میرے والد نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے[۳۰]

مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ جن کی روایتوں کی تعداد ابن الجوزیؒ نے "تلقیح" میں ایک ہزار پانچ سو چھ (۱۵۰۶) لکھی ہے، انھوں نے حج کے متعلق ایک کتاب جمع کی تھی[۳۱]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ[۳۲] اور حضرت سعید خدریؓ بھی حدیث لکھا کرتے تھے[۳۳]

اسی طرح صحیفۂ ابوبکر، صحیفۂ علی، صحیفۂ سعد بن عبادہ اور رسالہ سمرۃ بن جندب کا تذکرہ تدوینِ حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ملتا ہے۔ ان میں سے حضرت سمرہ بن جندبؓ، عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ، جابر بن عبداللہؓ اور انس بن مالکؓ کے اسما بھی اس عہدِ مبارک کے کاتبوں میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔

علامہ جہشیاریؒ نے ان اسما میں سے اکثر کو اپنی نادر تصنیف "کتاب الوزراء والکتّاب" میں "اسماء من تثبت علی کتابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان کے تحت تحریر فرما کر ان کے الگ الگ شعبۂ کتابت کو بھی بیان کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات صرف کتابتِ وحی اور احادیثِ رسول ہی کے لیے خاص نہ تھے، بلکہ دیگر امور و معاملات کی ذمہ داری بھی ان اصحابِ خیر کے سپرد تھی۔ حضرت خالد بن سعیدؓ اور معاویہ بن سفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہ کر آپؐ کی ذاتی ضروریات و حوائج لکھتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حصین بن نمیرؓ عام لوگوں کے قرضہ جات اور باہمی معاملات و قضایا لکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ اور علا بن عقبہؓ عرب قبائل کے پانی کے چشموں اور انصار کے زن و شوئی کے امور لکھا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کتابتِ وحی کے ساتھ امرا و سلاطین کے نام خطوط اور دعوت نامے لکھتے تھے۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنائم کی تفصیل لکھتے تھے۔ حضرت حنظلہ بن ربیعؓ ان کاتبوں کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کرتے تھے، اسی لیے ان کا لقب "الکاتب" تھا،

یہ نبی اکرمؐ کے خاتم بردار بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کا شمار بھی ان ہی کاتبوں میں ہوتا ہے۔ یہ بعد میں مرتد ہو گئے تھے پھر اسلام لے آئے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے آپ اسلام قبول کرنے والوں کے نام لکھوایا کرتے تھے[۳۴] حضرت حصین بن نمیر بیعتِ رضوان کے وقت حاضر تھے اور آپؐ نے ان ہی کو صلح نامہ لکھنے کے لیے بلایا جس پر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا تو آپؐ نے حضرت علیؓ کو لکھنے کا حکم دیا۔[۳۵]

تبوک سے واپسی کے بعد آنحضرتؐ نے بنو ثقیف کے لیے ان کے سردار عبد یالیل کی درخواست پر جو ۹ھ میں اطاعت و قبولِ اسلام کے لیے بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تھے ایک پروانۂ امن لکھ کر دیا تھا، اسے حضرت سعیدؓ نے لکھا تھا[۳۶]

عقبہ بن عامر کا لکھا ہوا قرآن ابن یونس نے مصر میں دیکھا ہے[۳۷]

محمد بن مسلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں قدیم الاسلام ہیں، آپؐ کے معتمد خاص تھے، وہ بھی مالِ غنیمت کا حساب و کتاب لکھتے تھے[۳۸] آنحضرتؐ کے غلام حضرت ابورافعؓ قبطی آپؐ کے کارنامے لکھا کرتے تھے[۳۹] انھوں نے بھی حدیث لکھنے کی اجازت آپؐ سے حاصل کی تھی[۴۰]

دیگر تحریری سرمایہ

تاریخی واقعات اور سوانحی تذکروں کے ضمن میں بھی متعدد ایسے اسماء ملتے ہیں جو تحریر کے فن سے واقف تھے اور ان کی کاوشیں کتاب کا قالب اختیار کر چکی تھیں

چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی کے، ایک بغدادی کتب فروش کے تیار کردہ ادبی مجموعہ میں ایک ایسے شخص کا تذکرہ موجود ہے جو کتابوں کا شیدائی تھا اور اس کے پاس ابتداء عہد اسلام کے بہت سے مشہور تاریخی اشخاص کی تحریریں محفوظ تھیں[۴۱]

عبدالحکم جمحی نے مکہ میں پہلی صدی کے نصفِ اول میں ایک کتب خانہ قائم کیا اس میں ایک ایسی کتاب تھی جس میں ہر علم و فن کی معلومات تھیں، یہ اس کی دلیل ہے کہ ابتداء اسلام میں ہی علوم کی تدوین اور کتابوں کی تحریر کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا، اور زمانۂ جاہلیت کی طرح محض حافظہ پر اعتماد نہیں رہ گیا تھا بلکہ تحریر و کتابت پر اعتماد تھا[۴۲]

دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگار نے مخضرمی شاعر لبید بن ربیعہ کے دیوان

کے چند قلمی نسخوں کا تذکرہ کیا ہے جو پہلی صدی ہجری میں موجود تھے[۴۳]

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب نے عبداللہ بن عباسؓ کی کتابوں میں سے ایک اونٹ کے بار برابر کتابیں ہمارے پاس رکھی تھیں[۴۴] جس کی شہرت دور دراز علاقوں تک پہونچ چکی تھی، اور لوگ ان ہی کی کتاب لے کر آتے اور ان کے سامنے پڑھتے تھے۔ حضرت عکرمہؓ سے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے کہ:

ان نفرًا قد مرّ علی ابن عباس	حضرت ابن عباس کے پاس طائف
من اھل الطائف بکتب من کتبہ	کے کچھ لوگ ان کی کتابوں کو لے کر حاضر
فجعل یقرأ علیھم[۴۵]	ہوئے اور ان کے سامنے ان کی کتابیں پڑھنے لگے:

مختلف موضوعات پر حضرات صحابہ کرامؓ کی باقاعدہ تصانیف کا بھی تذکرہ کتبِ احادیث وسیر میں ملتا ہے، مثلاً حضرت زید بن ثابتؓ نے علم الفرائض پر ایک کتاب لکھی تھی[۴۶] حضرت علیؓ نے دیت، قیدی کو رہا کرنے کے احکام اور قصاص کے موضوع پر ایک مجموعہ مرتب کیا تھا[۴۷] بعض غزوات کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات لکھ لیے جاتے تھے اور صحابہ ان کو اپنے پاس رکھتے تھے[۴۸]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں میں فنِ تحریر کی بالواسطہ بھی ترویج واشاعت فرمائی ہے۔ ایک باضابطہ مملکت کے قیام کے لیے ضروری تھا کہ دوسرے قبیلوں سے تحریری معاہدے کیے جائیں، مختلف فرماں رواؤں کو خطوط اور عمّالِ مملکت کو احکام لکھے جائیں، اسی طرح امورِ مملکت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ قوانین قلم بند کیے جائیں۔ یہ جملہ شکلیں بالواسطہ تحریر کے ارتقاء اور اس کی اشاعت کا ذریعہ بنیں۔

ہجرت کے بعد خدمتِ نبویؐ میں دور دراز سے آنے والے عرب کے مختلف وفود واپسی کے بعد اپنی یادداشت کے طور پر کچھ تحریریں لکھ لیا کرتے جو ان کے خاندانوں میں محفوظ رہتی تھیں۔ یہ عمل بھی ان کی تحریری صلاحیتوں کا غمّاز ہے۔ ابن سعدؒ نے ستّر سے زائد وفود کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے قبائل کے نمائندے اور ترجمان کی حیثیت سے خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تھے، ان کے حالات میں قدماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، مثلاً کتاب الوفود کے نام سے ہشام بن محمد سائب کلبی اور ابوالحسن مدائنی

دونوں کی الگ الگ تصنیف ہے۔

اسی طرح آپؐ کے خطوط اور وثائق جنھیں ڈاکٹر حمید اللہ (فرانس) نے "مجموعۃ الوثائق السیاسۃ" کے نام سے جمع کر کے شائع کیا ہے، ان کی تعداد ۲۸۱ ہے۔

فنِ تحریر و کتابت کے فروغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں کا یہ ایک مختصر سا تذکرہ ہے جسے آپؐ نے اپنے کارِ دعوت کا عظیم فریضہ تصور کرتے ہوئے انجام دیا اس کے ذریعہ علم و فن اور تہذیب و تمدّن کی شمعیں روشن ہوئیں۔ یہ مبارک عمل علم و فن کی اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے جو عہدِ رسالت میں ہی درجۂ عموم تک پہونچ چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس مبارک عمل (فنِ کتابت) کا تذکرہ، تشبیہ و تمثیل کے طور پر ہونے لگا تھا، حضرت عمرو بن میمونؒ حضرت سعدؓ سے ایک روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کان سعد یعلم بنیہ	حضرت سعد اپنے لڑکوں کو یہ دعائیہ
ھولاء الکلمات کما یعلم	کلمات سکھاتے تھے جس طرح استاد
المعلّم الغلمان الکتابۃ[۴۹]	لڑکوں کو لکھنا سکھاتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فن سے متعلق پاکیزہ کوششوں اور ترغیبات کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کے بعد آپؐ کے جانشینوں نے اس کی طرف خاص توجہ مبذول رکھی۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر مفصّل گفتگو کی ضرورت ہے۔ یہ اس وقت ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے۔

حواشی و مراجع

۱؎ مولانا مناظر احسن گیلانی، تدوینِ حدیث۔ مکتبہ تھانوی دیوبند ۱۹۸۳ء ص ۶۲

۲؎ صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ باب لایستوی القاعدون من المومنین۔

۳؎ مستدرک حاکم اول بحوالہ تاریخ القرآن، عبد الصمد صارم، نقوش پریس لاہور ۱۹۶۳ء ص ۴۴

۴؎ سنن دارمی، المقدمۃ، باب من رخّص فی کتابۃ العلم

۵؎ اطوار الثقافۃ والفکر، علی الجندی۔ مکتبۃ الانجلو المصریۃ قاہرۃ ۱۹۵۹ء ص ۴۱۴

۶؎ سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ

۴۲۳

ے۵ سنن دارمی، المقدمہ ۔ باب من رخص فی کتابۃ العلم

ے۸ بیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث

ے۹ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، باب سورۃ القلم

ے۱۰ اسد الغابہ، ابن الاثیر ، المکتبۃ الاسلامیہ طہران، ۴/۵۳

ے۱۱ الاستیعاب ، ابن عبد البر، تحقیق علی محمد البجاوی، مکتبۃ نہضۃ مصریہ قاہرہ ۲/ ۴۲۰

ے۱۲ اسد الغابہ ۳/ ۱۷۵

ے۱۳ الاستیعاب ۳/ ۹۲۰

ے۱۴ ابوداؤد، کتاب البیوع ، باب کسب العلم

ے۱۵ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب ماجاء فی الرقاء

ے۱۶ سیرت عائشہ، سید سلیمان ندوی ، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۸ء

ے۱۷ اس نام کے سلسلہ میں کافی اختلاف ہے، صحیح بخاری، کتاب المناقب اور اسد الغابہ ۲/ ۲۶۱ میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

ے۱۸ یہ بعد میں مرتد ہوگیا تھا، فتح مکہ کے روز اسے قتل کیا گیا۔

ے۱۹ المصباح المضی، ابوعبداللہ انصاری جلد اول، دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۹۸۶ء

ے۲۰ عمدۃ القاری شرح بخاری بحوالہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ طبع پنجاب ، پاکستان ۱۶/ ۳۴۳

ے۲۱ طبقات ابن سعد، مکتبہ دار صادر، بیروت ۲/ ۳۵۵ — ۳۵۶

ے۲۲ صحیح البخاری ، کتاب فضائل القرآن ، باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ے۲۳ اسد الغابہ ۲/ ۲۸۵

ے۲۴ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۱۶/ ۳۴۴

ے۲۵ Life of Mohammad / Dr. Springar P66 - 67

ے۲۶ اسد الغابہ ۳/ ۲۳۱ ، الاستیعاب ۳/ ۹۵۶

ے۲۷ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم

ے۲۸ اسد الغابہ ۱/ ۱۲۸

۲۹ہ جامع بیان العلم، ابن عبدالبر ۱/۷۴

۳۰ہ حوالۂ سابق

۳۱ہ صحیح مسلم، بحوالہ تدوینِ حدیث ص ۶۰

۳۲ہ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الصبر عند القتال

۳۳ہ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، داراحیاء التراث، بیروت، ۴/۱۹۸

۳۴ہ یہ جملہ تفصیلات جہشیاری کی کتاب الوزراء والکتاب، مطبع عبدالحمید احمد حنفی مصر ۱۹۳۸ء جلد اول ص ۹ سے ماخوذ ہیں۔

۳۵ہ الکتّاب والکتابۃ، ابن عبدربہ، مکتبہ صادر بیروت ۱۹۵۳ء ص ۲۰

۳۶ہ مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) ڈاکٹر عنایت اللہ، استقلال پریس لاہور ۱۹۶۰ء ۱/۳۰۴

۳۷ہ تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۹۵۵ء ۱/۳۶

۳۸ہ طبقات ابن سعد ۲/۳۰

۳۹ہ تدوینِ حدیث ص ۶۲

۴۰ہ تہذیب التہذیب ۳/۱۴۰

۴۱ہ مسلمانوں کی صنعت وحرفت، محمد جمیل الرحمٰن دکنی، کتابستان، الٰہ آباد ۱۹۳۴ء ص ۴۷

۴۲ہ اسلام اور عربی تمدن، شاہ معین الدین ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ ص ۱۷۰

۴۳ہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۱۵/۹۶

۴۴ہ طبقات ابن سعد ۵/۲۹۳

۴۵ہ کتاب العلل از ترمذی بحوالہ تدوین حدیث ص ۶۳

۴۶ہ توجیہ النظر بحوالہ فہم القرآن، سعید احمد اکبر آبادی، ندوۃ المصنفین ۱۹۴۵ء ص ۱۰۱

۴۷ہ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم

۴۸ہ تدوینِ سیر ومغازی، قاضی اطہر مبارک پوری، شیخ الہند اکیڈمی، دیوبند ص ۱۱۴

۴۹ہ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما یتعوّذ من الجبن۔